ضیاء الحسن فاروقی

یونیفکیشن چرچ - ایک نیا عیسائی فرقہ

ہم میں کم لوگ ایسے ملیں گے جو عیسائیوں کے ایک نئے فرقے یعنی یونیفکیشن چرچ، اس کی تاریخ اور اس کے معتقدات سے واقف ہوں ... عیسائی دنیا یونیفکیشن چرچ کو ایک ایسی بدعت سمجھتی ہے جس نے عیسائیت کو مستند و مسلّمہ عقائد پر کاری ضرب لگائی ہے، اور اسی لیے ہر طرف سے اس کی شدید مخالفت ہورہی ہے۔ قبل اس کے کہ اس فرقے کے بعض عقائد بیان کیے جائیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقے کے بانی سن می انگ مون Sun Myung Moon کے حالات زندگی جو عام طور پر ریورنڈ مون کے نام سے مشہور ہیں، مختصراً بیان کردیے جائیں۔ معاملے کی کئی گرہیں خود بخود اس سے کھل جائیں گی۔

ریورنڈ مون شمالی کوریا کے ایک گاؤں جیو نجو میں 6 جنوری 1920ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والدین عیسائی اور لیسبائیٹرین چرچ کے پیرو تھے۔ کوریا کی مذہبی تاریخ بڑی دلچسپ ہے اور خود کوریائی عیسائیت کی داستان بھی کم دلچسپ اور غیر اہم نہیں ہے، لیکن اس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ مون کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ بچپن ہی سے ان میں یہ وصف نمایاں تھا کہ وہ ناانصافی یا دوسروں پر کسی قسم کی زیادتی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ ان کی قوت ارادی بھی ان کے مزاج کی ایک خصوصیت تھی۔ انھوں نے ایک بار اپنے ایک عقیدت مند کو بتایا کہ جب وہ بارہ برس کے ہوئے تو انہیں جنگلوں کی تنہائی میں عبادت میں بڑا مزا آتا، ایک دن انھیں ایسا محسوس ہوا کہ درخت، جھاڑیاں اور گھاس پھوس، سب ان سے کہہ رہے ہیں۔ "کوئی ہماری پروا نہیں کرتا، ہمیں انسان نے بھلادیا ہے۔" اور اس کا جواب ان کی طرف سے یہ تھا۔ "گھبراؤ نہیں، میں تمہاری خبر گیری کروں گا۔" ایک اور موقع پر ان کی یہ دعا تھی۔ "اے میرے باپ، مجھے (حضرت) سلیمان سے زیادہ دانائی، (سینٹ) پال سے زیادہ ایمان اور (حضرت) عیسیٰؑ سے زیادہ محبت عطا کر۔" 1936ء میں جب مون کی عمر 16 سال تھی، ایسٹر کی صبح کو جب وہ ایک پہاڑی کے

دامن میں عبادت میں محو تھے، انہیں محسوس ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ان کے سامنے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ دو ہزار برس پہلے انسانیت کو اس کے صحیح مقام پر لانے کا جو کام میں نے شروع کیا تھا، اسے تمہیں پورا کرنا ہے۔

اور اب اس کے بعد مون نے مذہبی صداقت کی تلاش شروع کر دی، اور اگرچہ وہ جاپان کی وسیڈا یونیورسٹی میں الیکٹریکل انجینئرنگ کے طالب علم بن چکے تھے، ان کی عبادت، مذہب کا مطالعہ اور انسانوں کے ساتھ خدا کے معاملات پر غور و فکر جاری رہا اور آخر کار جب وہ پچیس سال کے ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ انہیں اس چیلنج کو جو انہیں اپنے وژن میں حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے ملا تھا، قبول کرنا، حضرت عیسیٰؑ کے ادھورے کام کو پورا کرنا اور اس دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرنا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد 1946ء میں جب کوریا پر جاپان کا تسلط ہو چکا تھا، مون نے اپنا مشن ایک گہرے جذبے اور جوش سے شروع کیا۔ پیونگ یانگ میں جہاں عیسائیوں کی خاصی آبادی تھی اور جسے لوگ کبھی کبھی مشرق کا یروشلم بھی کہتے تھے، ان کے مشن کی مخالفت ہوئی، ان کے عیسائی مخالف ان پر عیسائی روایات اور عیسائیت کے مسلّمہ عقائد سے بغاوت کا الزام لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی حکومت کا کوئی تعلق اس دنیا کی فلاح و بہبود سے نہیں ہے۔ دوسری طرف کمیونسٹ حکومت تھی جو اس پر تُلی ہوئی تھی کہ شمالی کوریا میں مذہب کا وجود باقی نہ رہے اور وہاں آمرانہ طرز کی سیکولر سوسائٹی کو فروغ حاصل ہو۔ شمالی کوریا میں مون کو قید و بند کی زندگی بھی گزارنی پڑی اور انہیں کمیونسٹ حکومت کے ایک ایسے کیمپ میں بھی رہنا پڑا جہاں حکومت سے اتفاق نہ کرنے والوں کو جبریہ محنت مزدوری کرنی پڑتی تھی۔ ایسے کیمپوں میں زیادہ تر لوگ زندگی کی مصیبتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لیتے ہیں، لیکن مون نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ زندہ رہیں گے، اس لیے ناقابلِ برداشت حالات کے باوجود زندہ رہے، یہاں تک کہ تین برس بعد جب 1950ء میں یو۔این۔او کی افواج نے قیدیوں کو آزاد کرایا تو مون بھی اپنے چند پیرووں کے ساتھ جنوبی کوریا چلے گئے۔ بعد میں اپنے قید خانے کے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے مون نے ایک بار کہا تھا۔ "میں نے کبھی شکایت نہیں کی اور نہ کسی کمزوری کی بناء پر دعا مانگی، میں نے کبھی خدا سے مدد بھی نہیں چاہی، اس کے بجائے میں اسے اپنی طرف سے اطمینان دلاتا رہا کہ وہ میرے لیے پریشان نہ ہو۔ چونکہ خدا کو خود میرے مصائب کا علم تھا، مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں اس کو اپنی مصیبتیں یاد دلاؤں، تقاضا کروں اور میری وجہ سے اسے اور دکھ اٹھانا

پڑے۔ میں نے اس سے صرف یہی کہا کہ میں کبھی ہار نہیں مانوں گا۔"

1953ء میں مون پوسان سے جنوبی کوریا کی راج دھانی سیول آ گئے جہاں انہوں نے اگلے برس باضابطہ "ہولی اسپرٹ ایسوسی ایشن فور دی یونیفکیشن آف ورلڈ کرسچینٹی" کے نام سے ایک نئی عیسائی تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے اب باقاعدہ ایک الگ چرچ کی شکل اختیار کرلی ہے اور دنیا میں یونیفکیشن چرچ کے نام سے مشہور ہے۔ شمالی کوریا میں مون اور ان کے پیرو کمیونسٹ حکومت کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، جنوبی کوریا میں پرانے اور مستحکم عیسائی فرقوں نے ان کی مخالفت کی اور اس نئے فرقے کی ہر طرح مذمت کی، اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے جن میں سے ایک الزام جنسی بے راہ روی اور بداخلاقی کا بھی تھا۔ مون کو حکومت نے گرفتار کرلیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا، لیکن عدمِ شہادت کی بناء پر عدالت نے انہیں بری کردیا اور وہ رہا کردیے گئے۔ بہرحال مخالفتوں کے باوجود یونیفکیشن چرچ ترقی کرتا رہا اور اس کے عقائد کی اشاعت ہوتی رہی، اس کے مشنری جاپان اور امریکہ پہنچے اور 1975ء تک صورت حال یہ ہوگئی کہ ایک سو بیس ملکوں میں اس چرچ کے مشنری موجود تھے۔

1960ء میں ریورنڈ مون نے ہاک۔ جا۔ ہان سے شادی کی تھی، 1972ء میں دونوں میاں بیوی امریکہ پہنچے جہاں انہوں نے گھوم گھوم کر تقریریں کیں، بہت سے لوگ اس نئے چرچ میں شامل ہوگئے جس سے مختلف عیسائی فرقوں اور یہودیوں میں بڑا اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے ڈٹ کر یونیفکیشن چرچ کی مخالفت شروع کردی، یہ مخالفت آج بھی جاری ہے اور حکومت کی سطح پر بھی اس کی کوشش ہورہی ہے کہ یونیفکیشن چرچ اور ہرے کرشنا دونوں تبلیغی تنظیموں پر پابندی عائد کردی جائے۔ لیکن مخالفین کو کوئی کامیابی نہیں ہورہی کیونکہ امریکہ میں مذہب آزاد ہے اور مذہب کی تبلیغ واشاعت کی آزادی بھی ہے۔ یوں بھی امریکہ ایک اباحتی سوسائٹی ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ ایک وژن میں حضرت عیسیٰؑ نے ظہور فرما کر ریورنڈ مون کو بشارت دی کہ دوہزار سال پہلے جو کام انہوں نے شروع کیا تھا، اسے انہیں اب پورا کرنا ہے، وہ اس بشارت کو وحی سے تعبیر کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ The Divine Principle میں ان کے جو ملفوظات درج ہیں وہ درحقیقت وہ وحی الٰہی ہے جو ان پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی ہے۔ ریورنڈ مون یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو ایسے وژن بھی ہوئے ہیں جن میں انہیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ اور انجیل مقدس کے رجال منتخبہ مثلاً

پطرس، پال اور یحییٰ وغیرہ سے براہ راست گفتگو کا موقع ملا- ان کی ملاقات مہاتما بدھ، کنفیوشیس اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو چکی ہے اور یہ کہ وہ عالم ارواح میں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہیں اور ایک ایسا واسطہ ہیں جس کے ذریعے اس زمانے میں وحی الٰہی لوگوں تک پہنچتی ہے- یونیفکیشن فکر یہ ہے کہ آج جبکہ روایتی عیسائیت سے دل برداشتہ ہو کر عیسائیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ رہی ہے، بہت سے عیسائی نئے خیالات اور عیسائیت کی نئی تعبیر کے خواہاں ہیں، اس لیے سوال یہ ہے کہ اس صورت میں جب کہ بائبل کے عقائد مشتبہ قرار دیے جا رہے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا نوع انسانی کو اپنی طرف بلانے کے لیے کوئی نئی راہ دکھائے؟ اگر آج کی دنیا میں ایسے عیسائیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جنہیں اپنے چرچ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، تو کیا ایسے لوگوں کی تعداد بھی نہیں بڑھی ہے جو دیانتداری کے ساتھ خدا کو پانے کے آرزومند ہیں؟ شاید مشیّت الٰہی یہی ہے کہ روایتی عیسائیت کے انحطاط سے انسان کا ذہنی افق وسیع ہو، اس کی بصیرت اور گہری ہو، اور وہ کسی نئی وحی کے استقبال کے لیے ذہنی طور پر آمادہ ہو- یونیفکیشن فکر یہ بھی ہے کہ جس طرح بابل میں یہودیوں کی قید و بند کے المیہ کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ربیوں کی یہودیت وجود میں آئی تھی اور عہد وسطیٰ کی عیسائی دنیا کے انتشار سے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک ریفارمیشن کی راہ ہموار ہوئی تھی، اسی طرح اس کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ آج کی مذہبی بے اطمینانی کے سبب نظریۂ نجات کی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز ہو-

رومن کیتھولک عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ "چرچ سے باہر نجات ممکن نہیں" اور پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ "بائبل" میں جو کچھ ہے وہ خدا کی آخری وحی ہے-" لیکن عیسائی دنیا میں ایسے بھی عیسائی رہے ہیں جو انجیل میں یوحنّا حواری کی کتاب کی تعلیمات کے مطابق خدا کی طرف سے موعود نئی سچائی کے ہمہ وقت منتظر رہتے تھے، مثلاً بارہویں صدی کے وسط میں جنوبی اٹلی کی ایک خانقاہ کے راہب جوشیم کو اس بات کا یقین تھا کہ انسانیت کو اس کے صحیح مقام پر لانے کے لیے خدا نے ان پر اپنی وحی بھیجی ہے- جوشیم کے کوئی پانچ سو برس بعد جب سے فلاور کے "زائرین" کے سامنے ہالینڈ میں پادری جون روبنسن نے الوداعی وعظ کہا تو انہوں نے یہ بھی کہا" یاد رکھو، لوتھر اور کالون کی تعلیمات سے آگے نکل جانے میں کبھی کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہ کرو کیونکہ خدا کے پاس نور کا ایسا ذخیرہ ہے جس سے اس کے کلام پر ہمہ وقت نئی روشنی پڑتی رہتی ہے-" پھر انیسویں صدی میں روس کی سلاوی تحریک کے مذہبی

فلسفیوں نے اس بات کی اشاعت کی کہ عیسائیت کی ترقی کی راہ میں تین مرحلے ہیں۔

1- رومن کیتھولک چرچ سینٹ پیٹر کی عیسائیت کا ترجمان ہے جس میں سب سے زیادہ زور "فرمانبرداری" پر دیاجاتا ہے۔

2- پروٹسٹنٹزم سینٹ پال کے عیسائی عقیدہ کا علمبردار ہے جو ایمان پر اصرار کرتا ہے اور

3- وقت آئے گا کہ ایک نئی عیسائیت، اپنی وسیع شکل میں جنم لے گی۔ یہ عیسائیت مشرق کے چرچ سے ظہور پذیر ہوگی اور سینٹ جون سے اس کو فیضان حاصل ہوگا۔ اس کی امتیازی خصوصیت محبت کا وہ روحانی تجربہ ہوگا جس میں انسان اور خدا اور انسان اور انسان کا اتحاد قائم ہوگا۔

پس ان شواہد کی روشنی میں کیا آج یہ ممکن نہیں ہے کہ بہت سے انسان "نئی روشنی" کے انتظار میں ہوں۔

یونیفکیشن چرچ والوں کا کہنا ہے کہ بائبل خود یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ وہ خدا کی آخری وحی یا حرفِ آخر ہے۔ تورات اور انجیل دونوں میں اس کا ذکر ہے کہ ایک نبی آئے گا جو ان باتوں کے علاوہ جو بتادی گئی ہے، وہ باتیں بھی بتائے گا۔ اس طرح بائبل گویا خود اس کی قائل ہے کہ وحی کا سلسلہ جاری رہے گا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ خالص عیسائی روایت اور عیسائی ویہودی تعصب کو برقرار رکھتے ہوئے یونیفکیشن چرچ بھی بعثتِ محمدیؐ اور قرآن کریم کو مکمل طور پر نظر انداز کردیتا ہے، اور چونکہ اسے ریورنڈ مون کو نبی یا "مسیح موعود" ثابت کرنا ہے، اس لیے سارے دلائل کا رجحان یہی ہے کہ انیسویں صدی میں مشرق بعید میں وہ ایک شخص پیدا ہوگا جسے خدا اپنی وحی کے نزول کے لیے منتخب کرے گا۔

یونیفکیشن چرچ کی نئی انجیل The Divine Principle میں اسلوب بیان اور بنیادی تصورات وہی ہیں جن سے عیسائی واقف ہیں، مثلاً تخلیق، ہبوطِ آدم، گناہ اولیں (گناہ آدم)، نظریۂ نجات، حضرت عیسیٰؑ کے "مسیح موعود" ہونے کا عقیدہ وغیرہ، اس طرح گویا یہودی۔ عیسائی عقائد جن اصطلاحوں میں بیان کیے گئے ہیں، انہیں یہ نیا چرچ اور اس کی مقدس کتاب تسلیم کرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے پیچھے جو بنیادی نظریے ہیں انہیں بھی یہ مانتی ہے۔ خدا خالق ہے۔ اس لیےمادی دنیا اچھی ہے نہ کہ بری۔ انسان کے جسم اور روح میں کوئی اساسی دوئی نہیں ہے۔ خدا شخصی ہے، لاشخصی نہیں، ایک ایسا باپ جو محبت کرتا ہے اور محض ایک مابعد الطبیعی وجود مطلق

نہیں ہے۔ زمان حقیقت اور معنیٰ خیز ہے، فریب نہیں۔ ارضی علائق اپنی جگہ اہم ہیں اور انسان کی سماجی ذمہ داریوں کا تعلق ہم سے بھی ہے اور خدا سے بھی ہے۔ تاریخ کی تشریح متدائر کے بجائے خطی لحاظ سے درست ہے کیونکہ کائنات کی تخلیق سے جو مقصد تھا خدا اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تاریخ ہی میں اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود The Divine Principle کی بعض تشریحات نئی ہیں، مثلاً بعض جدید عیسائی متکلمین کے برخلاف اور کالون کی طرح یہ کتاب حضرت آدم اور حضرت حوا کی انجیلی داستان کو صحیح سمجھتی ہے اور اسی طرح زمین پر حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی امید رکھتی ہے۔ کالون کے برخلاف اور بعض جدید متکلمین کی طرح اس کتاب میں سینٹ آگسٹائن کے نظریۂ قضا وقدر کی نفی کی گئی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے قبر سے اٹھنے کے واقعہ کو روحانی "رستخیز" کہا گیا ہے، یہ جسمانی "رستخیز" کی قائل نہیں۔ غرض یہ کہ عیسائیت کی تاریخ میں اس طرح کی تشریحات کوئی عجوبہ نہیں، پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ اس لحاظ سے عیسائی عقائد کی باضابطہ تشریحات اور The Divine Principle میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ لیکن شاید نئی وحی کا فقرہ روایتی طرز کے عیسائیوں کے نزدیک ایک ایسی بدعت ہے جس کا کوئی عقلی جواز نہیں۔

گناہ آدم یا فطری معصیت، تخلیق کائنات اور حضرت عیسیٰؑ کے ظہور ثانی وغیرہ دینیاتی مسائل سے متعلق نئی تشریحات کے ساتھ ایک اور دلچسپ بات یونیفکیشن چرچ کی جانب سے کہی جاتی ہے، اور یہ بات The Divine Priniciple میں بھی کہی گئی ہے۔ خدا نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اس لیے کوئی قوم اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ اور منتخب قوم نہیں کہہ سکتی جس کے ذریعہ اس دنیا میں مشیّت الٰہی کی تکمیل ہوگی۔ سینٹ پال کے زمانے سے ہی عیسائی یہودیوں کو خدا کی "برگزیدہ قوم" تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے ہیں۔ خدا مقتدرِ اعلیٰ ہے اور وہ اپنی مشیّت کی تکمیل کے لیے جو چاہے کرسکتا ہے اس لیے اگر وہ کوریا کے کسی شخص کو اپنے کام کے لیے منتخب کرے تو یہ ناممکنات سے نہیں۔ صدیوں سے تہذیب کا رخ مغرب کی طرف رہا ہے۔ مشرق قریب کی قدیم شہنشاہتیں ختم ہوئیں تو ان کی جگہ رومی شہنشاہیت نے لے لی پھر اس کے بعد یورپ کی طاقتیں ابھریں اور آخر میں اور آگے مغرب میں امریکہ کو مضبوط اور غالب حیثیت حاصل ہوئی، اس طرح اگر تہذیب وتمدن کے سفر کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تو پھر امریکہ کے بعد اگلا مرکزی علاقہ مشرقی ایشیا ہے، یونیفکیشن چرچ کا خیال ہے کہ

چونکہ جاپان اور چین کی مذہبی اساس ایسی نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی "نیا اسرائیل" بن سکے اس لیے اگر خدا کی منشا یہ ہے کہ نئی برگزیدہ قوم کی اساس مستحکم عیسائیت ہو، تو پھر مشرقی ایشیا میں صرف کوریا ہی وہ ملک ہے جو اس خصوصیت کا حامل ہے، اور یقیناً ریورنڈ مون ہی کوریا کی وہ شخصیت ہیں جو دُکھی دنیا کو امن و سلامتی، نیکی اور سچائی اور خوشحالی و نجات کی راہ دکھا سکتے ہیں۔

[سہ ماہی "اسلام اور عصر جدید"، دہلی]